أَحْسَنُ الْوِعَاء لِآدَابِ الدُّعَاء مع شرح ذَيْلُ الْمُدَّعَاء لِأَحْسَنِ الْوِعَاء

کی تسہیل و تخریج شدہ

فضائلِ دُعا

مصنف: رئیس المتکلمین مولانا نقی علی خان علیہ رحمۃ المنان

شارح: اعلیٰ حضرت، امامِ اہلسنّت، امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن

مکتبۃ المدینہ

SC1286

گزارش کی ان پر دعا کیجئے۔ فرمایا:

((اَللّٰھُمَّ اھْدِ ثَقِیْفاً))

''خدایا! ثقیف کو ہدایت فرما۔''(1)

جنگ اُحد میں ظالموں نے دندانِ مبارک سنگ ستم سے شہید کیا اور کفارِ طائف نے حضور کے جسمِ نازنین پر اس قدر پتھر مارے کہ پاشنۂ مبارک (یعنی ایڑیاں مبارک) خون سے آلودہ ہوئے مگر ان پر بھی دعائے ہلاک وخرابی نہ کی حضور اگر چاہتے وہ سب ہلاک ہو جاتے۔

عطیہ ﴿اِنَّ اللّٰـهَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ﴾(2) کی تفسیر میں کہتے ہیں: ''مُعْتَدِین'' سے وہ لوگ مراد ہیں جو لوگوں کے کوسنے میں حد سے بڑھتے اور کہتے ہیں: اللہ ان کو خوار کرے، اللہ ان پر لعنت کرے۔(3)

مولانا یعقوب چرخی آیۂ کریمہ: ﴿فَاجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَجَعَلَهٗ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ﴾(4)

---

1 ''سنن الترمذي''، کتاب المناقب، باب في ثقیف وبني حنیفة، الحدیث: ٣٩٦٨، ج٥، ص٤٩٢.

2 ترجمۂ کنزالایمان: ''بے شک حد سے بڑھنے والے اُسے پسند نہیں۔'' (پ٨، الأعراف: ٥٥)

3 ''تفسیر البغوي''، پ٨، الأعراف، تحت الآیة: ٥٥، ج٢، ص١٣٨.

وجدنا هذا القول تحت الآیة: ﴿اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ﴾.

4 ترجمۂ کنز الایمان: ''تو اسے اس کے رب نے چن لیا اور اپنے قربِ خاص کے سزاواروں (حقداروں) میں کرلیا۔'' (پ٢٩، القلم: ٥٠)

کی تفسیر میں لکھتے ہیں: نصیب عارف کا یہ ہے کہ بلاؤں میں صبر کرے اور منکروں کے انکار سے متغیر نہ ہو بلکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کرے کہ فرماتے تھے: ((اللّٰھم اھد قومي فإنّھم لا یعلمون)) ''خدایا! میری قوم کو ہدایت فرما کہ وہ جانتے نہیں۔''

ہاں اگر کسی کافر کے ایمان نہ لانے پر یقین یا ظن غالب ہو اور جینے سے دین کا نقصان ہو یا کسی ظالم سے امید توبہ اور ترکِ ظلم کی نہ ہو اور اس کا مرنا، تباہ ہونا خَلق کے حق میں مفید ہو، ایسے شخص پر بددعا درست ہے۔

سیدنا نوح علیہ الصلاۃ والسلام نے جب دیکھا کہ قوم کے سرکش اپنے کفر وعِناد سے باز نہ آئیں گے اور وَدّ وسُوَاع ویَغُوث ویَعُوق ونَسر کو نہ چھوڑیں گے،[1] جنابِ الٰہی میں عرض کی:

﴿رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِیْنَ دَیَّارًا﴾

''خدایا! زمین پر کافروں میں سے کوئی گھر والا نہ چھوڑ۔'' (پ۲۹، نوح: ۲۶)

اسی طرح حضرت سیدنا موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام نے قِبطیوں پر دعا کی:

﴿رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰۤى اَمْوَالِهِمْ وَ اشْدُدْ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَلَا یُؤْمِنُوْا حَتّٰى یَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِیْمَ﴾

''خدایا! ان کے مال مٹا دے اور ان کے دلوں پر سختی کر کہ وہ ایمان نہ لائیں جب

---

1 حضرت نوح علیہ الصلاۃ والسلام کی قوم ان کی پوجا کرتی اور انکی عبادت چھوڑنے پر تیار نہ تھی، سورۂ نوح کی آیت نمبر ۲۳ میں ان کا باقاعدہ ذکر موجود ہے۔ مزید تفصیل کیلئے ''خزائن العرفان''، ص ۶۸۶، ''نور العرفان، ص ۹۱۲'' اور ''فتاویٰ رضویہ'' جلد ۲۴، ص ۵۷۳ کا مطالعہ فرمائیں۔

تک دردناک عذاب نہ دیکھیں۔'' (پ ۱۱، یونس: ۸۸)

اور اسی قسم کے اَغراض کے واسطے ہمارے پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بھی اَحیاناً (کبھی کبھار) بعض کفار پر دعا کرنا ثابت ہے۔

قال الرضاء: بعض ان میں سے حضرت مُصَنِّف عَلَّام قُدِّسَ سِرُّہٗ نے ''سُرُوْرُ الْقُلُوْبِ فِيْ ذِكْرِ الْمَحْبُوْبِ'' کے باب معجزات میں ذکر فرمائیں۔ ؎[1]

مسئلہ ۸: کسی مسلمان کو یہ بد دعا نہ کرے کہ تو کافر ہو جائے، کہ بعض علماء کے نزدیک کفر ہے اور تحقیق یہ ہے کہ اگر کفر کو اچھا یا اسلام کو بُرا جان کر کہے، بلا رَیب (یعنی بلا شک وشبہ) کفر ہے ورنہ بڑا گناہ ہے کہ مسلمان کی بدخواہی (مسلمان کا بُرا چاہنا) حرام ہے، خصوصاً یہ بدخواہی کہ سب بدخواہیوں سے بدتر ہے۔

مسئلہ ۹: کسی مسلمان پر لعنت نہ کرے اور اسے مردود وملعون نہ کہے اور جس کافر کا کفر پر مرنا یقینی نہیں اس پر بھی نام لے کر لعنت نہ کرے، یہاں تک کہ بعض علماء کے نزدیک مستحق لعنت پر بھی لعنت نہ کہے[2] یوں ہی مچھر اور ہوا اور جمادات وحیوانات ؎ پر بھی لعنت ممنوع ہے۔

---

1 ''سرور القلوب''، معجزاتِ مصطفى صلى الله تعالى عليه وسلم، ص ٣١٥-٣١٦.

2 ''منح الروض الأزهر'' للقارئ، الكبيرة لا تخرج المؤمن عن الإيمان، ص ٧٢.

و''أشعة اللمعات''، كتاب الآداب، باب حفظ اللسان من الغيبة والشتم، ج٤، ص ٧١.

؎ مگر بچھو وغیرہ بعض جانوروں پر حدیث میں لعنت آئی ہے۔ ۱۲ منہ قدس سرہ

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: ''مسلمان بہت طعن[ا] کرنے والا اور لعن کرنے والا اور فحش وبیہودہ بکنے والا نہیں ہوتا۔''(1)

دوسری حدیث شریف میں ہے: ''بہت لعنت کرنے والے قیامت کے دن گواہ وشفیع نہ ہوں گے۔''(2)

ا۔ في رواية "الترمذي": ((لا يكون المؤمن لعّاناً)).

("سنن الترمذي"، باب ما جاء في اللعن والطعن، الحديث: ٢٠٢٦، ج٣، ص ٤١٠).

وفي أخرى له: ((لا ينبغي للمؤمن أن يكون لعّاناً)).

("سنن الترمذي"،باب ما جاء في اللعن والطعن، الحديث: ٢٠٢٦، ج٣، ص ٤١٠).

وروى أيضاً: ((المسلم ليس بلعّان)).

("سنن الترمذي"، كتاب البر والصلة، باب ما جاء في اللعنة، الحديث: ١٩٨٤، ج٣، ص٣٩٣، بألفاظ متقاربة. وفيه: ((ليس المؤمن بالطعان ولا اللعان)).

وللبخاري: لم يكن رسول الله صلى الله عليه وسلم فاحشاً ولا لعّاناً.

("صحيح البخاري"، باب ما ينهي من السباب واللعن، الحديث: ٦٠٤٦، ج٤، ص ١١٢).

١٢ منه قدس سره.

1 "سنن الترمذي"، كتاب البر والصلة، باب ما جاء في اللعن والطعن، الحديث: ١٩٨٤، ج٣، ص٣٩٣.

2 "صحيح مسلم"، كتاب البر والصلة، باب النهي عن لعن الدواب وغيرها، الحديث: ٢٥٩٨، ص ١٤٠٠.

تیسری حدیث شریف میں ہے: ''مسلمان کی لعنت مثل اس کے قتل کے ہے۔''(1)

چوتھی حدیث میں ہے: ''جب بندہ کسی پر لعنت کرتا ہے، وہ لعنت آسمان کی طرف چڑھتی ہے اس کے دروازے بند ہوجاتے ہیں کہ یہاں تیری جگہ نہیں، پھر زمین کی طرف اترتی ہے اس کے دروازے بھی بند ہوجاتے ہیں کہ یہاں تیری جگہ نہیں، پھر دائیں بائیں پھرتی ہے جب کہیں ٹھکانا نہیں پاتی اگر جس پر لعنت کی، لعنت کے لائق ہے تو اس پر جاتی ہے ورنہ کہنے والے کی طرف پلٹ آتی ہے۔''(2)

اور فرماتے ہیں: اے عورتو! صدقہ دو کہ میں نے تمہیں دوزخ میں بکثرت دیکھا یعنی عورتیں دوزخ میں بہت پائیں۔ عرض کی: کس سبب سے؟ فرمایا: تم لعنت بہت کرتی ہو۔(3)

امام غزالی ''کیمیائے سعادت'' میں نقل کرتے ہیں: ایک شخص نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے وقت سَو بار شراب پی، ایک صحابی نے اس پر لعنت کی اور کہا: کب تک اس کا فساد باقی رہے گا!؟ حضور نے فرمایا: ''شیطان اس کا دشمن موجود ہے وہ کفایت کرتا ہے، تو لعنت کر کے شیطان کا یار نہ ہو۔''(4)

---

1 ''صحيح البخاري''، كتاب الأدب، باب ما ينهى من السباب واللعن، الحديث: ٦٠٤٧، ج٤، ص١١٢.

و''المعجم الكبير''، الحديث: ١٣٣٠، ج٢، ص٧٣.

2 ''سنن أبي داود''، كتاب الأدب، باب في اللعن، الحديث: ٤٩٠٥، ج٤، ص٣٦٢.

3 ''صحيح البخاري''، كتاب الحيض، باب ترك الحائض الصوم، الحديث:٣٠٤، ج١، ص١٢٣.

4 ''کیمیائے سعادت''، اصل پنجم، باب اول، ج١، ص٣٧١.

اور ایک شخص نے شراب پی، لوگ اس کو مارتے اور لعنت کرتے۔ فرمایا: ''لعنت نہ کرو کہ وہ خدا وَ رسول کو دوست رکھتا ہے۔''(1)

سوال: شرع شریف میں ظالموں اور بیاج (سود) کھانے والوں اور اس کے معاملے میں پڑنے والوں پر اور اس شخص پر جو اپنے ماں باپ پر لعنت کرے اور جو بدعتی کو جگہ دے اور جو غیر خدا کے واسطے جانور ذبح کرے اور سوا اِن کے اور گنہگاروں پر لعنت وارد ہے اور اگلے پیغمبر بھی کفار پر لعنت کرتے:

﴿لُعِنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ ۢبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ عَلٰی لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِیْسَی بْنِ مَرْیَمَ﴾ (2)

اور فرشتے بھی ان پر لعنت کیا کرتے ہیں:

﴿اُولٰٓئِکَ جَزَآؤُھُمْ اَنَّ عَلَیْھِمْ لَعْنَةَ اللّٰہِ وَالْمَلٰٓئِکَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ o خٰلِدِیْنَ فِیْھَا﴾ (3)

---

1 ''صحیح البخاري''، کتاب الحدود، باب ما یکرہ مِن لعن شارب الخمر، الحدیث: ٦٧٨٠، ج٤، ص ٣٣٠.

و''کیمیائے سعادت''، رکن سوم، آفت ہشتم، ج٢، ص ٥٧٣.

2 ترجمۂ کنز الایمان: ''لعنت کیے گئے وہ جنہوں نے کفر کیا بنی اسرائیل میں داؤد اور عیسٰی بن مریم کی زبان پر۔'' (پ٦، المائدة: ٧٨)

3 ترجمۂ کنز الایمان: ''ان کا بدلہ یہ ہے کہ ان پر لعنت ہے اللہ اور فرشتوں اور آدمیوں کی سب کی، ہمیشہ اس میں رہیں۔'' (پ٣، ال عمران: ٨٧-٨٨)

جواب: لعنت لُغت میں بمعنی طَرُد و اِبعاد (یعنی دُھتکار اور دوری) کے ہے اور اہل شریعت کبھی اس سے طَرُد و اِبعادِ رحمتِ الٰہی وبِہشت سے، اور کبھی طرد و اِبعادِ جنابِ قرب اور رحمتِ خاص ودرجۂ سابقین سے مراد لیتے ہیں۔[1]

پہلے معنی کافروں کے لیے خاص ہیں۔ جس شخص کا کفر پر مرنا یقینی جیسے: ابوجہل، ابولہب، فرعون، شیطان، ہامان اس پر لعنت جائز، انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام جن پر لعنت کرتے تھے، بَاِعلامِ الٰہی (اللہ عزوجل کے بتانے سے) ان کے کافر مرنے سے واقف تھے اور فرشتے بھی انہیں پر لعنت کرتے ہیں جن کی بدانجامی سے بَـاِعـلامِ الٰہی واقف ہوتے ہیں یا انبیاء وملائکہ کافروں پر بوصفِ کفر لعنت کرتے ہیں یعنی: ﴿لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ﴾ کہتے ہیں۔[2]

اور **دوسری قسم** گنہگاروں کو بھی شامل ہے، جس جگہ قرآن یا حدیث میں لفظ لعنت کا عُصاۃ (گنہگاروں) کے حق میں وارد ہے وہاں دوسرے معنی مراد ہیں، مگر جواز اس قسم کا بھی مقیّد بوصفِ عام مذموم ہے لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ (جھوٹوں پر اللہ عزوجل کی لعنت) اور

---

1 لغت میں ''لعنت'' کے معنی ''دوری'' کے ہیں۔
شریعت کی اصطلاح میں لعنت کے معنی دو طرح سے بیان کئے گئے ہیں:
(۱) اللہ عزوجل کی رحمت اور اسکی جنت سے دوری، تو کسی پر لعنت کرنے کے معنی کبھی تو یہ ہونگے کہ تو اللہ عزوجل کی رحمت وجنت سے دور ہو۔
(۲) اور کبھی اللہ عزوجل کے قرب اور اسکی خاص رحمتوں سے دُوری، یا پچھلے نیک بندوں کو اسکی جناب میں جو مرتبہ ملا اس مرتبہ سے دوری مراد ہوگی۔

2 ترجمۂ کنز الایمان: ''اللہ کی لعنت منکروں پر۔'' (پ ۱، البقرۃ: ۸۹)

لَعۡنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيۡنَ (ظالموں پر خدا کی لعنت) کہہ سکتے ہیں، کسی شخص خاص پر لعنت نہیں کر سکتے۔

شیخ محقق [1] فرماتے ہیں: ''لعنت کرنا کسی پر جائز نہیں سِوا اس کے جس کے کافر مرنے کی مُخبرِ صادق (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے خبر دی، اور کافر مخصوص پر کہ ایمان اس کا دمِ اَخیر محتمل ہو [2] لعنت نہ کریں۔

---

1 ''أشعة اللمعات''، کتاب الآداب، باب حفظ اللسان من الغيبة و الشتم، ج ٤، ص ٧١.

2 یعنی یہ احتمال کہ ہوسکتا ہے فلاں کافر مرتے وقت ایمان لے آیا ہو۔

بعض مکارِ زمانہ اسی کو بنیاد بنا کر بھولے بھالے مسلمانوں کو اپنے دامِ فریب میں لینے کی کوشش کرتے ہیں کہ ''میاں! کافر کو بھی کافر مت کہو! کیا معلوم کب مسلمان ہو جائے؟''

مقامِ غور تو یہ ہے کہ پہلے خود کافر کہہ چکے، پھر کہتے ہیں کافر مت کہو، حالانکہ خود قرآن مجید سے اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ کافر کو کافر ہی کہا جائے اور مومن کو مومن، کیا آپ غور نہیں کرتے کہ قرآن پاک میں کافروں کو کافر کہہ کر پکارا گیا ہے بلکہ قرآن پاک میں ایک مکمل سورۃ کا نام ہی ''سورۃ الکافرون'' رکھا گیا ہے۔

پیارے اسلامی بھائیو! کوئی عاقل شخص اس حقیقت سے انکار نہیں کرسکتا کہ جو شئے جس وقت جس حالت میں ہوا سے اس وقت اسی کی جنس سے پکارا جائے گا، مثلاً: گندم جب تک اپنی اصل حالت پر باقی ہے اسے گندم ہی کہا جائے گا اور جب اسے پیس کر آٹا کر دیا جائے تو پھر اسے کوئی بھی گندم کہنے کو تیار نہیں ہوگا بلکہ آٹا ہی کہا جائے گا اور جب اس آٹے کی روٹی بنالی جائے تو پھر اسے آٹا نہیں بلکہ روٹی کا نام دیا جائے گا اور جب اس روٹی کو کھا کر فُضلے کی شکل میں خارج کر دیا جائے تو پھر اسے روٹی نہیں بلکہ فضلہ کہا جائے گا، اس وقت ان حضرات کو یہ باتیں نہیں سوجھتی کہ گندم کو گندم مت کہو کیا معلوم کب آٹا ہو جائے اور آٹے کو آٹا مت کہو کیا معلوم کب روٹی ہو جائے وغیرہ......

''طریقۂ محمدیہ'' میں ہے: سِوا ایسے کافر کے کسی شخص معیَّن پر لعنت جائز نہیں۔ (1) یہاں تک کہ بہت محققین علماء[1] یزید پر لعنت میں توقف کرتے ہیں باوجود اس

اگر ان لوگوں کی اس بات کو مان لیا جائے کہ ''کافر کو کافر مت کہو! کیا معلوم کب مسلمان ہوجائے'' تو اس سے لازم آتا ہے کہ پھر مسلمان کو بھی مسلمان نہ کہا جائے کہ کیا معلوم کب بدمذہب یا کافر ہوجائے، کیا آپ دیکھتے نہیں کہ کتنے ایمان سے غافلوں کا مرتے وقت ایمان سلب کرلیا جاتا ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ

دراصل اس طرح کی ناسمجھی والی باتیں کرنے والوں کا ان حیلے بہانوں کو پیش کرنے سے مقصودِ اصلی یہ ہوتا ہے کہ یہ حضرات جو چاہیں اللہ ورسول عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخیاں کرتے پھریں، جس طرح چاہیں اللہ ورسول عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتے رہیں، انہیں کوئی کچھ کہنے والا نہ ہو کہ میاں! کافر کو بھی کافر مت کہو تو پھر بھی کلمہ گو ہیں، مگر ان حضرات نے کلمۂ طیبہ کے لوازمات کو بھلادیا کہ حقیقۃً کلمہ گوئی سے مقصودِ اصلی تو وہی اللہ ورسول عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم کی شان والا صفات کو دل سے تسلیم کرکے ان کی توقیر بجالانا ہے۔ صرف گوشت کے لوتھڑے یعنی زبان سے کلمہ طیبہ کو رٹ لینا کافی نہیں، کیا دیکھتے نہیں کہ ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ مبارکہ میں منافقین بھی بظاہر کلمہ پڑھتے تھے مگر ایمان سے انہیں دور کا بھی علاقہ نہیں تھا۔

ان کی گستاخانہ عبارات وعقائد جاننے کیلئے ''بہارِ شریعت'' پہلی جلد کے حصہ اول میں ''ایمان وکفر کا بیان'' مطبوعہ مکتبۃ المدینہ کا مطالعہ فرمائیں۔

1 ''الطریقۃ المحمدیۃ''، المبحث الأول، النوع التاسع، ج۲، ص ۲۳۰-۲۳۱.

[1] علماء، یزید کی تکفیر اور اس کی لعن کے بارے میں تین گروہ ہیں:

امام احمد اسے کافر اور لعنت اس پر جائز کہتے ہیں؛ اس لئے کہ اس نے امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد کہا: ''میں نے ان کو اس کا بدلہ دیا جو انہوں نے قریش کے بزرگوں اور سرداروں کے

www.pdfbooksfree.blogspot.com

کے کہ اس کے لشکر نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نواسے اور اَعِزّہ واہلِ بیت کو ہزاروں

ساتھ جنگ بدر میں کیا تھا'' اور یہ بات فی الواقع کفر ہے، سوا اِس کے اور افعال واقوال اس رُوسِیاہ سے منقول ہیں جو کفر وارتداد پر صریح دال ہوں، شراب اور حرام کاری اس کے وقت میں علانیہ جاری ہوئی اور بے حرمتی حرمین شریفین اور وہاں کے باشندوں کی اس کے لشکر کے ہاتھ سے واقع ہوئی۔

(انظر "منح الروض الأزهر"، الكبيرة لا تخرج عن الإيمان، ص۷۳، و"الصواعق المحرقة"، الخاتمة في بيان اعتقاد أهل السنة... إلخ، ص۲۲۰)

اور بعض علماء اس کی تکفیر ولعن سے انکار کرتے اور کہتے ہیں: اجازت ان حرکتوں اور امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل کی اس سے بدلیلِ قطعی ثابت نہیں اور یہ کلمہ کہ ''میں نے ان سے جنگ بدر کا بدلہ لیا''، برتقدیر ثبوت، اَحاد کے مرتبہ سے متجاوز نہیں ہوسکتا **واليقين لايزول إلاّ بيقين مثله** (اور یقینی بات کو رد کرنے کیلئے اسی کی مثل یقینی بات درکار ہوتی ہے) **كما تقرر في موضعه**۔

غایت کار اس کا یہ ہے کہ فاسق وفاجر تھا اور احکام شرعیہ پر قائم نہ تھا اور فاسق پر لعنت جائز نہیں۔

فاضل قونوی ''شرح عمدۃ النسفی'' میں لکھتے ہیں: صاحبِ کبیرہ پر لعنت نہ کی جائے کہ ایمان اس کا اس کے ساتھ ہے، ارتکابِ کبیرہ سے کم نہیں ہوتا اور مسلمان پر لعنت جائز نہیں۔

("منح الروض الأزهر"، الكبيرة لا تخرج عن الإيمان، ص۷۳، (نقلاً عن القونوي).)

ملا علی قاری ''شرح فقہ اکبر'' میں قولِ شارح ''عقائد'' کا یعنی: **نحن لا نتوقف في شأنه بل في إيمانه فلعنة الله عليه وعلى أنصاره وأعوانه** مع اس کے دلائل کے رَد کرتے ہیں اور ''خلاصہ'' وغیرہ سے نقل فرماتے ہیں کہ حجاج ویزید پر لعنت کرنا نہ چاہیے اس لئے کہ پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اہل قبلہ کی لعنت سے ممانعت فرمائی ہے اور جو کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے لعنت کرنا بعض اہل قبلہ پر منقول ہے؛ اس سبب سے ہے کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام لوگوں کا حال جانتے تھے اور لوگ نہیں جانتے شاید وہ شخص منافق ہو یا بِاِعلامِ الٰہی اس کا کفر پر مرنا معلوم ہو۔

("منح الروض الأزهر"، الكبيرة لا تخرج عن الإيمان، ص۷۲-۷۳، ملتقطاً.) =

بے رحمیوں اور سنگدلیوں کے ساتھ شہید کیا اور کوئی دقیقہ ہتکِ حرمتِ حرم کا باقی نہ چھوڑا۔[1]

= امام غزالی ''احیاء العلوم'' میں لکھتے ہیں کہ حکم یزید کا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل کیلئے اصلاً ثابت نہیں اور بلا تحقیقات مسلمان کی طرف نسبت کبیرہ کی جائز نہیں إلی أن قال لعنِ اشخاص میں خطرہ ہے پس اجتناب چاہئے اور ترکِ لعن ابلیس میں بھی خطر نہیں **فضلًا عن غیرہ** (جب ابلیس کو کوئی لعنت نہ کرنے میں ایمان کو کوئی خطرہ نہیں تو دوسروں کو لعنت نہ کرنے میں ایمان کو خطرہ کیسے ہوسکتا ہے!) **واللّٰہ تعالٰی أعلم** ۱۲ منہ قدس سرہ العزیز۔

("إحیاء علوم الدین"، کتاب آفات اللسان، الآفة الثامنة: اللعن، ج٣، ص١٥٤)

اور بعض علماء اس کی تکفیر ولعن میں توقف (سکوت اختیار) کرتے ہیں اور یہی راجح اور یہی اَسلم اور یہی ہمارے ائمۂ ہدیٰ کا مذہبِ اَصح واَقوم ہے۔

("المسامرة بشرح المسایرة"، ما جری بین علي ومعاویة رضي اللّٰه عنهما، ص٣١٥-٣١٦. و"الصواعق المحرقة"، الخاتمة في بیان اعتقاد أهل السنة... إلخ، ص٢٢١)

[1] اس خبیث نے مسلم بن عقبہ مرّی کو مدینہ سکینہ پر بھیج کر ستّرہ سو مہاجرین وانصار وتابعین کبار کو شہید کرایا۔ تین روز اہلِ مدینہ لوٹ اور قتل اور انواعِ مصائب میں مبتلا رہے اور فوجِ اشقیاء نے مسجدِ اقدس میں گھوڑے باندھے اور کسی کو وہاں نماز نہ پڑھنے دی، اہل حرم سے یزید کی غلامی پر بجبر بیعت لی کہ چاہے بیچے، چاہے آزاد کرے، جو کہتا میں خدا ورسول کے حکم پر بیعت کرتا ہوں اسے شہید کرتے۔

("فتح الباري"، کتاب الفتن، باب إذا قال عند قوم شیأً... إلخ، تحت الحدیث: ٧١١٤، ج١٣، ص٦٠-٦١. و"البدایة والنهایة"، وقعة الحرث، ج٥، ص٧٣١-٧٣٢. و"الصواعق المحرقة"، الخاتمة في بیان اعتقاد أهل السنة... إلخ، ص٢٢١-٢٢٢.)

اسی واسطے امام عبداللہ یافعی یمنی ''مرآۃ الجنان'' میں فرماتے ہیں: کسی مسلمان پر لعنت اصلاً جائز نہیں اور جو کسی مسلمان پر لعنت کرے وہ ملعون ہے۔[1]

اور حدیث شریف میں بھی اسی طرف اشارہ واقع ہے: ((لا ینبغي للمؤمن أن یکون لعَّاناً)) رواہ الترمذي.[2]

شیخ مُحقّق دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ اصل عادت وشیوۂ اہلسنّت ترکِ سبّ ولعن ہے[3] ((المؤمن لیس بلعَّان)) (یعنی مومن لعنت کرنے والا نہیں ہوتا)۔[4]

بعض علماء فرماتے ہیں: ''اہلسنّت کی خوبیوں میں سے ہے کہ کسی پر لعنت نہیں کرتے اور کسی کو کافر نہیں کہتے اور اہل بدعت کی برائیوں سے ہے کہ بعض ان کا بعض[ا] کو کافر کہتا اور بعض ان کا بعض پر لعنت کرتا ہے۔

---

1 ''مرآۃ الجنان''، السنۃ: ٥٠٤، ج٣، ص١٣٤.

2 کسی بھی مومن کو یہ بات زیب نہیں کہ وہ لعنت کرنے والا ہو، اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا۔

''سنن الترمذي''، کتاب الطب، باب ماجاء في اللعن والطعن، ج٣، الحدیث:٢٠٢٦، ص٤١٠.

3 یعنی اہلسنّت کا شیوہ یہ نہیں کہ وہ لوگوں کو برا بھلا کہیں یا گالی دیں یا لعنت کریں بلکہ ہم اہلسنّت کا شیوہ تو ان چیزوں سے دور رہنا ہے۔

''أشعۃ اللمعات''، کتاب الآداب، باب حفظ اللسان من الغیبۃ والشتم، ج٤، ص٧١.

4''إحیاء العلوم''، کتاب آفات اللسان، ج٣، ص١٥٤.

ا شیعہ خوارج کو کافر کہتے اوران پر لعنت کرتے ہیں اور خوارج شیعہ کو کافر وملعون جانتے ہیں بلکہ اپنے مذہب والوں کی لعن وتشنیع میں باک (خوف) نہیں کرتے، جو شخص انکے حالات سے واقف ہے وہ خوب جانتا ہے کہ لعن وتکفیر تمام اہلِ بدعت خصوصاً شیعہ کا وظیفہ ہے۔١٢ منہ قدس سرہ۔

قال الرضاء: لہٰذا ہمارے علماء نے تصریح فرمائی کہ اگر کسی کے کلام میں ننانوے وجہ کفر کی نکلتی ہوں اور ایک وجہ اسلام کی تو مفتی پر واجب ہے کہ وجہ اسلام کی طرف مَیل کرے[1] ((فإنّ الإسلام يَعلو ولا يُعلَى)) (بے شک اسلام ہمیشہ غالب رہنے والا ہے نہ کہ مغلوب ہونے والا)[2] ولہٰذا ہمارے ائمہ فرماتے ہیں: **لا نكفر أحداً من أهل القبلة.** ''ہم اہل قبلہ سے کسی کو کافر نہیں کہتے۔''[3]

مگر یہاں ایک شدید فاحش مُغالطہ بعض گمراہ بددین دیا کرتے ہیں کہ ان اَقوال سے استدلال کر کے منکرانِ ضروریاتِ دین[4] کی تکفیر بھی بند کرنی چاہتے ہیں حالانکہ یہ

---

1 یعنی مفتی اس جانب مائل ہو اور اسی پر فتویٰ دے جس جانب اس کلام کرنے والے کے کلام سے اس کے اسلام کا اور مسلمان ہونے کا پہلو نکلتا ہو۔

"منح الروض الأزهر شرح فقه الاكبر"، مطلب يجب معرفة المكفرات، ص ١٦٢.

و"الفتاوى الهندية"، كتاب السير، الباب التاسع في أحكام المرتدين، ج ٢، ص ٢٨٣.

2 "صحيح البخاري"، كتاب الجنائز، باب إذا أسلم الصبي...إلخ، ج ١، ص ٤٥٥.

3 "النهر الفائق"، كتاب النكاح، فصل في المحرمات، ج ٢، ص ١٩٤.

و"الدر المختار"، كتاب النكاح، فصل في المحرمات، ج ٤، ص ١٣٣-١٣٤.

4 **ضروریاتِ دین:** ''وہ مسائلِ دین ہیں جن کو ہر خاص و عام جانتے ہوں''، جیسے اللہ عزوجل کی وحدانیت، انبیا کی نبوت، جنت و نار، حشر و نشر وغیرہا، مثلاً یہ اعتقاد کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں، حضور کے بعد کوئی نیا نبی نہیں ہوسکتا۔ عوام سے مراد وہ مسلمان ہیں جو طبقۂ علما میں شمار نہ کئے جاتے ہوں، مگر علما کی صحبت سے شرفیاب ہوں اور مسائل علمیہ سے ذوق رکھتے ہوں۔

(''بہارِ شریعت''، ایمان و کفر کا بیان، حصہ اول، ج ۱، ص ۱۷۲، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ)